© rasailojaraid.com

مشرقِ وسطیٰ

مسیحی آبادی بتدریج کم ہو رہی ہے۔

[ماضی قریب میں مشرقِ وسطیٰ کی مسیحی آبادی اپنی تعداد کی نسبت زیادہ اثر و رسوخ کی حامل رہی ہے جس کا سبب خطّے میں استعماری طاقتوں کے ساتھ اس کے خوشگوار روابط تھے۔ مسیحی آبادی مسلم آبادی کی نسبت تعلیم میں بہت آگے رہی۔ حکومتی اداروں میں اس کی موثر نمائندگی تھی مگر آزادی کی تحریک میں بالعموم پچھلی صفوں میں رہی۔ اس سماجی و سیاسی صورتِ حال میں جب مشرقِ وسطیٰ کے ممالک یکے بعد دیگرے آزاد ہوئے تو مسیحی آبادی نے اپنا مستقبل مغربی دنیا میں زیادہ محفوظ خیال کیا۔ تعلیم سے آراستہ ہونے اور مغربی سیکولر اندازِ نظر رکھنے کے باعث، نیز استعماری حکمرانوں کے ساتھ اپنے سابق روابط کے تحت مغربی دُنیا نے ان کے لیے اپنے دروازے کُھلے رکھے۔ آج صورت حال یہ ہے کہ مشرقِ وسطیٰ کی مسیحی آبادی بتدریج کم ہو رہی ہے جس کے اثرات سیاسی زندگی پر بھی مرتّب ہو رہے ہیں۔ لبنان میں مارونی مسیحیوں کی مراعات یافتہ حیثیت کو اس بنیاد پر چیلنج کا سامنا ہے کہ اب وہ گروہ عددی طور پر کمزور نہیں رہے جنہیں بوقت حصولِ آزادی اقلیّت خیال کیا گیا تھا۔ خود مارونی مسیحیوں کی آبادی میں قابلِ لحاظ کمی آگئی ہے۔ زیر نظر "شذرے" میں مسیحی نقطۂ نظر سے گفتگو کی گئی ہے۔ جو اگرچہ متوازن نہیں مگر معلومات افزا ہے۔ مدیر]

مڈل ایسٹ کے ممالک سے مسیحی تیزی سے دوسرے ممالک کا رُخ کر رہے ہیں، کیونکہ وہاں مسیحیوں کے لیے حالات سازگار نہیں۔ ان دو دہائیوں میں ان ممالک میں مسیحیوں کی اب بس ایک علامتی سی تعداد رہ گئی ہے۔

مختلف رپوٹوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ مڈل ایسٹ کے ممالک کی آبادی میں مسیحیوں کی آبادی کی شرح تیزی سے کم ہو رہی ہے۔ مثال کے طور پر اس صدی کے آغاز پر ترکی میں ۳۲ فی صد مسیحی رہتے تھے جبکہ آج ان کی تعداد صرف ایک فیصد رہ گئی ہے۔ ایران میں ان کی تعداد ۱۵ فیصد تھی جبکہ آج یہ صرف دو فیصد رہ گئی ہے۔ عراق میں اس صدی کے آغاز میں مسیحیوں کی تعداد ۳۵ فیصد تھی جبکہ آج یہ تعداد صرف پانچ فیصد رہ گئی ہے۔ شام میں مسیحی ۴۰ فیصد تھے جبکہ آج صرف دس فیصد رہ گئے ہیں۔ اردن اور فلسطین میں مسیحی ۳۵ فیصد تھے جبکہ آج یہ صرف چار فیصد رہ گئے ہیں۔ مصر میں مسیحیوں کی تعداد دس فیصد سے کم ہو کر سات فیصد رہ گئی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اگر حالات اسی طرح رہے تو خدشہ ہے کہ ۱۵ سے ۲۰ سال کے دوران ان علاقوں میں مسیحیوں کی تعداد مزید علامتی سی رہ جائے گی۔ ان علاقوں سے گرجا گھر، مقدسوں کے مزار، تاریخی دستاویزات اور لٹریچر ناپید ہو جائے گا۔ ان علاقوں سے مسیحیوں کے انخلاء کی بڑی وجوہات یہ ہیں۔ (۱) سیاسی بے چینی اور سول وار (۲) مالی مشکلات (۳) مذہبی تعصب (۴) اسلامی بنیاد پرستی کا بڑھتا ہوا رجحان

کاریتاس یروشلم کے کلوڈٹ ہیچ کہتے ہیں کہ چرچ اپنے ممبران کو اس بات کی تعلیم دے کہ ان کی اس خطے میں موجودگی کی کیا اہمیت ہے اور انہیں زمین کے ساتھ تعلق قائم کرنے کے عمل میں مدد دے۔ لیکن سیاسی بے چینی خصوصاً فلسطینی - اسرائیلی تکراؤ مسیحیوں کے انخلاء کے کم نہ ہونے کی ایک اہم وجہ ہے۔

عمان (اردن) کے فادر موسیٰ عدیلی کہتے ہیں کہ لوگوں کو اس بات کی تعلیم دی جائے کہ جب وہ کسی دوسرے علاقے میں ہجرت کرتے ہیں تو انہیں بے روزگاری، مکان اور سماجی صورت حال جیسے معاملات سے کیسا واسطہ پڑے گا۔ ان کی مدد کی جائے اور ان کے لیے ترقیاتی منصوبے شروع کیے جائیں تاکہ وہ دوسرے ممالک کو جانے کا خیال ترک کر دیں۔ مسیحیوں کی مدد کی جائے تاکہ وہ اپنی مقامی ثقافت میں اپنے ایمان کا اظہار کر سکیں اور اپنی سماجی ذمہ داریوں کو پہچان سکیں۔ مسیحیوں کے حقوق (تحفظ، برابری اور آزادی) کا تحفظ کیا جائے۔

اگر عرب ممالک میں جمہوریت کا آغاز ہو جائے تو ممکن ہے مسیحی اسی سرزمین پر ہی رہنے کو ترجیح دیں۔ اگر مقامی مسیحی ان ممالک میں نہیں رہتے تو وہاں مسیحی گواہی ختم ہو سکتی ہے۔ ("اچھا چرواہا"، ملتان، مارچ ۱۹۹۴ء)

ایشیا

بنگلہ دیش میں مسیحیت

[جریدہ "اچھا چرواہا" (ملتان) نے مارچ ۱۹۹۴ء کی اشاعت کے لیے "ایشیا کی کلیسیائیں" کا موضوع چنا ہے۔ ایک مضمون "بنگلہ دیشی مسیحی" کے زیر عنوان شامل اشاعت ہے۔ ذیل میں اس کا سفری حصہ نقل کیا جاتا ہے جو بنگلہ دیش کی مسیحی آبادی اور اس کی سرگرمیوں سے متعلق ہے۔ مضمون نگار کا یہ لکھنا کہ خلیج کی جنگ کے زمانے میں بنگلہ دیشی مسلمان مسیحیوں کے خون کے پیاسے ہو گئے تھے، چنداں درست نہیں۔ مضمون نگار نے اس کا کوئی ثبوت فراہم نہیں کیا۔ شاید ناقص اطلاعات اور

© rasailojaraid.com